جانے لگے تو آپ یہ عذر کر کے پیچھے ٹھیر گئے کہ اِنِّی سَقِیْمٌ (میں بیمار ہوں)۔ اس کو جھوٹ قرار دینے کے لیے کسی مستند ذریعہ سے یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اُس وقت بالکل تندرست تھے، کسی قسم کی شکایت اُن کو نہ تھی لیکن یہ بات نہ اللہ نے بتائی نہ اس کے رسولؐ نے۔ پھر اسے آخر کس بنا پر جھوٹ کہا جائے؟ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم کے بت خانے میں گھس کر بڑے بُت کے سوا باقی سارے بُت توڑ دیے، تو قوم کے لوگوں نے تلاش شروع کی کہ یہ فعل کس نے کیا ہے۔ بعض لوگوں نے حضرت ابراہیمؑ پر شبہ ظاہر کیا۔ چنانچہ وہ بلائے گئے اور ان سے پوچھا گیا کہ تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟ انہوں نے جواب دیا بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ۔ (بلکہ یہ فعل ان کے اِس بڑے نے کیا ہے، اِن زخمی بتوں سے پوچھ لو اگر یہ بول سکتے ہیں)۔ اِس فقرے کے الفاظ خود بتا رہے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے یہ بات ایک جھوٹے بیان کی حیثیت سے نہیں بلکہ شرک کے خلاف ایک دلیل کی حیثیت سے فرمائی تھی۔ ان کا مدعا دراصل پوچھنے والوں کو اس حقیقت پر متنبہ کرنا تھا کہ تمہارے یہ کیسے خدا ہیں جو بیچارے اپنی داستانِ مصیبت تک نہیں سنا سکتے۔ اس بات کو تو کوئی معمولی سخن فہم آدمی بھی جھوٹ نہیں کہہ سکتا، کجا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بدگمانی کریں کہ آپ نے اسے جھوٹ قرار دیا ہوگا۔

رہا تیسرا "جھوٹ" تو وہ دراصل اُن مہمل افسانوں میں سے ایک ہے جو بائیبل میں انبیاءؑ کے نام پر گھڑے گئے ہیں۔ بائیبل کی کتاب پیدائش میں یہ واقعہ ایک جگہ نہیں بلکہ دو جگہ بیان کیا گیا ہے۔ پہلا واقعہ مصر کا ہے اور وہ بائیبل کے الفاظ میں یہ ہے:۔

> اس نے اپنی بیوی ساری سے کہا کہ دیکھ میں جانتا ہوں کہ تو دیکھنے میں خوبصورت عورت ہے، اور یوں ہوگا کہ مصری تجھے دیکھ کر کہیں گے کہ یہ اس کی بیوی ہے۔ سو وہ مجھے تو مار ڈالیں گے مگر تجھے زندہ رکھ لیں گے۔ سو تو یہ کہہ دینا کہ میں اس کی بہن ہوں ۔ ۔ ۔ مصریوں نے اس عورت کو دیکھا کہ وہ نہایت خوبصورت ہے ۔ ۔ ۔ اور وہ عورت فرعون کے گھر میں پہنچائی گئی ۔ ۔ ۔ پر خداوند نے فرعون اور اس کے خاندان پر ابرام کی بیوی کے سبب سے